عیسائیت کی سیاسی حکمت عملی

Political Strategy of Christianity

Ishtiaq Ahmad Gondal, Assistant Professor
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Sidra Akhtar, Scholar Islamic Studies
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahor

Abstract

Today Christianity in the mask of modernism wants to grasp the economic sources which are in the possession of the world. If the Muslim Ummah wants to decrease the domination of the western civilization, it would have to reconsider its modern political system and to minimize the gap between Din and politics. According to the Islamic doctrine there is no difference between Din and politics. The mystery of the Muslim domination in the history was due to the joint concept of Din and politics. As long as the Muslim considered Din and politics as one not two, they remained predominant in the world. When the Muslim ignored this fact they had to face the decline. From its very beginning, Christianity was in miserable condition, but with the political support of Roman Empire it became dominant in the known world. In fact, history of says Christianity that there is no separation of Church and State in this religion.

Key Words: Political; Christianity; World religions

آج کرہ ارضی پر زبردست اور ہمہ گیر کشمکش برپا ہے، مغرب عالم اسلام کے خلاف ایک مرتبہ پھر کھلی جنگ کا آغاز کر چکا ہے جس کے کچھ اثرات تو زبردست تہذیبی تصادم اور تہذیبی تبدیلی کی صورت میں نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ آج سے زیادہ اس امر کی ضرورت پہلے کبھی نہ تھی کہ امت مسلمہ متحدہ جائے اور یہ سوچے کہ مغرب نے جس ہمہ گیر جنگ کا آغاز عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیا اس کے اسباب کیا ہیں اور اس کے نتائج کیا ہوں گے؟

مغرب کے سیاسی اور معاشی مفادات اپنی جگہ پر مسلم ہیں کہ مغرب عالم اسلام کے معاشی وسائل پر قبضہ چاہتا ہے یا پھر یہ کہ مغرب ہوس ملک گیری میں مبتلا ہے لیکن مقام فکر یہ ہے کہ اس ہوس ملک گیری کا شکار روس، چین، ہندوستان اور دیگر بے شمار غیر مسلم ممالک کیوں نہیں ہوتے؟ جبکہ معاشی اعتبار سے بھی چین و ہندوستان بیشتر اسلامی ممالک سے بہت آگے ہیں، آخر مغرب کی نگاہ مفادان پر کیوں نہیں پڑتی، اگر مغرب کی نگاہ جاتی ہے تو اسلامی دنیا پر

ہی جاتی ہے جبکہ وہ بخوبی اس حقیقت سے واقف ہے کہ اسلامی دنیا سیاسی، معاشی اور فوجی اعتبار سے طاقت میں مغرب کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

پھر مغرب کو عالم اسلام سے آخر ایسے کیا خطرات لاحق ہیں؟ تاریخ پر نگاہ دوڑائیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بعثت نبویؐ سے لے کر اب تک عیسائیت مسلمانوں کی حریف اول ثابت ہوئی ہے اور جہاں تک بن پڑا عیسائیت نے عالم اسلام کو زک پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا، وہ خوفزدہ ہیں دین اسلام سے کیونکہ وہ جان گئے ہیں کہ اسلام غالب آ کر رہے گا۔ یہ ہمارے قیافے یا خود پسندی نہیں بلکہ وہ بہ زبان خود اعتراف کرتے ہیں کہ:

> ''دنیا کی قیات کے لیے مغربی تہذیب کا حریف ایک ہی ہوسکتا ہے: وہ ہے اسلام، اس سے مغرب کا تصادم ہوسکتا ہے، اس لیے کہ اسلام ایک آئیڈیا ہے، آج کی دنیا میں اپنی نوعیت کا واحد آئیڈیا، یہ آئیڈیا انسانی تجربے اور مشاہدے سے ماوراء حق کے وجود پر یقین کا مدعی ہے، اسکے نزدیک یہ وہ حق ہے جو ۱۴۰۰ سال پہلے محمد ﷺ پر نازل ہوا اور قرآن کی صورت میں موجود ہے، ایک تہذیب کی قوت اور غلبے کے لیے ایسے الحق پر یقین کی قوت کے برابر کوئی قوت نہیں، اس لیے اہل یورپ اسلام اور مسلمانوں سے خائف ہیں انہیں خطرہ ہے کہ ایک نئی سرد جنگ آرہی ہے جو کہ غالباً سرد نہ رہے گی'' (۱)

لہٰذا آج موضوع تحقیق مغرب کے عالم اسلام کے خلاف بغض وعناد کے اسباب و وجوہ کو کریدنا نہیں اور نہ ہی اس کے اثرات ونتائج سے واقفیت حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں اظہر من الشمس ہیں اور بے شمار محققین اور تجزیہ نگاران دونوں موضوعات پر اتنا کافی وشافی کام کر چکے ہیں کہ جوامت مسلمہ کو ابہامات سے نکالنے کے لیے کافی ہے۔

مضمون ہذا کا موضوع ان عملی اقدامات اور ان (Tools) سے متعلق ہے جن کو استعمال کر کے آج مغرب ایک ایسی عالمی طاقت ہے کہ جس کے سامنے پورا عالم اسلام گھٹنے ٹیکے بیٹھا ہے، اور وہ کون سے ابہامات اور غلط نظریات ہیں جن میں مغرب نے عالم اسلام کو بآسانی الجھا کر اپنے لیے ایک تر لقمہ بنا لیا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان نظریات میں دور حاضر کے (Scholars) اور تعلیم یافتہ طبقہ بھی ایسا الجھا ہے کہ اب تک اسے اپنی بقا اور سلامتی کا اصل اور حقیقی راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔

وہ غلط نظریات وابہامات ہم پر کبھی کمیونزم اور سوشلزم اور کبھی جمہوریت اور سرمایہ داری (Capitalism) کی

صورت میں انتہائی خوشنما انداز میں مسلط کیے جاتے ہیں جس کا لب لباب یہ ہی ہے کہ مذہب اور سیاست الگ الگ ہیں اور صدیاں گزر گئیں کہ امت مسلمہ دین اور سیاست کو جدا جدا کر بیٹھی ہے اور صدیاں بیت گئیں اس کے نتائج کو بھگتے ہوئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب تک دین کو سیاست سے جدا نہیں کیا وہ پوری دنیا کے رہنما رہے اور اسلام کی اسی (Idealogy) پر مغرب نے کاری وار کیا جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیت نے خود کبھی سیاست کو مذہب سے جدا نہیں کیا بلکہ عیسائیت کو پہلا سہارا ہی سیاست نے دیا ورنہ عیسائیت بذات خود تو کوئی مذہب ہی نہ تھا۔ اس دعویٰ کی حقیقت جاننے کے لیے عیسائیت کی تاریخ پر نظر ڈالنی پڑے گی اور حقیقت تو یہ ہی ہے کہ ''مسیحی مذہب خود کوئی مستقل مذہب نہ تھا بلکہ شریعت موسوی کی تائید و تکمیل کے لیئے آیا تھا، حضرت عیسیٰؑ نے خود بھی کبھی اس کو الگ مذہب کا نام نہیں دیا تھا، جب ہم حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان میں عقائد و اخلاق کی موٹی موٹی باتوں کے سوا کچھ نہیں نہ ہی ان کی کوئی شریعت ہے، نہ کوئی مستقل ضابطہ قوانین و اخلاق ہے، نہ حقوق وفرائض اور معاملات کے متعلق کسی قسم کی ہدایات ہیں حتیٰ کہ عبادات کا بھی کوئی متعین طریقہ نہیں ظاہر ہے ایسا مذہب کوئی مستقل مذہب نہیں ہوسکتا''۔(۲)

حضرت عیسیٰؑ نے جب حواریوں کو تبلیغ کا حکم دیا تو فرمایا تھا:

> ''غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے شہر میں داخل نہ ہونا، بلکہ اسرائیل کی بھٹکی ہوئی بھیڑوں کے پاس ہی جانا''(۳)

کیونکہ وہ جانتے تھے اور تعلیم دیتے تھے کہ یہ تعلیمات کامل نہیں اور اس قابل نہیں ہیں کہ بطور مذہب پوری انسانیت پر انہیں لاگو کیا جاسکے بلکہ وہ تو صرف یہود کی اصلاح چاہتے تھے مگر ایک یہودی سینٹ پال (Saint Paul) جو کہ حیات عیسیٰ میں مسیحؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا اور وفات عیسیٰؑ کے بعد عیسائیت میں داخل ہوا اور اس نے رومیوں، یونانیوں اور دیگر غیر یہودیوں میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی اور اس غرض کے لیے اس نے تعلیمات مسیحؑ کو مسخ کر کے ایک نیا دین ہی وضع کر ڈالا جو سب کے لیے قابل قبول ہو۔

> "Paul was responsble for the transformation of Christianity from a Jewish sect to a gentile movement by the end of the first century of the common era'(۴)

اس نے دین مسیح کے تمام اہم ستونوں کو منہدم کر دیا، حلال وحرام میں تمیز ختم کر دی، فتنہ کی رسم کا خاتمہ، مسیحؑ کی

الوہیت، عقیدہ تثلیث اور عقیدہ کفارہ بھی اسی سینٹ پال (Saint Paul) نے وضع کیا۔

تاریخ بتاتی ہے کہ اس نے جو بدعات نکالیں اور دین مسیح میں جو تحریفات کیں ان کو حواریوں نے قبول نہ کیا اور تیسری صدی عیسوی تک اسکے خلاف مزاحمت جاری رہی جیسا کہ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) لکھتی ہے:

> "Like Jesus, they had no desire to found a new religion, they saw themselves and were seen by their fellow jews as a perfectly legitimate Jewish sect… it was the Jewish paul who took Christianity to the Gentile world of the roman empire and who made it a gentile faith".(۵)

یعنی چوتھی صدی کے آغاز میں جب رومی بادشاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کی تو ۳۲۵ء میں نیقیہ کی کونسل نے پولوسی عقائد کو قطعی طور پر مسیحیت کا مسلم مذہب قرار دے دیا۔(۶)

مگر ایک بہت بڑا مسئلہ جو قسطنطین کے قبول عیسائیت کی وجہ سے عیسائیوں کو پیش آیا وہ یہ تھا کہ پولوسی مسیحیت کو سیاست وتمدن سے کوئی تعلق نہ تھا نہ ہی حضرت عیسیٰؑ نے کسی قسم کے سیاسی، معاشی ومعاشرتی قوانین ہی وضع کیے تھے، لیکن جب سیاست وحکومت کا بار عیسائیوں کے کندھوں پر پڑا تو قانونِ شریعت نفسِ انسانی کے ماتحت تشکیل پانے لگا کیونکہ ''حضرت عیسیٰؑ کی انفعال اور تذلل کی تعلیم کے تنگ دائرے میں رہ کر عیسائیوں کے لیے ناممکن تھا کہ سلطنت کے اہم معاملات کو سرانجام دے سکتے لہذا وہ اس دائرے کو توڑ کر باہر نکلنے پر مجبور ہوئے اور جب وہ اس کو توڑ کر باہر نکل آئے تو اپنے نفس کے فتوے پر عمل کے لیے بالکل آزاد تھے''۔(۷)

لہذا مذہب کو تو ابتدائے عیسائیت میں ہی نکال باہر پھینکا گیا اور مذہب کے نام پر سیاست شروع ہوگئی اور اسی سیاست کے بل بوتے پر آخر یہ مذہب خوب پھیلا۔ قسطنطین اور اس کے پیش رو تھیوڈوسیوس نے پوری رومی عوام پر عیسائیت قبول کروانے کے لیے بہت سے مظالم ڈھائے ان مظالم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ''بت پرست رعایا نے تلوار کے خوف سے اس مذہب کو قبول کرلیا جس کو وہ دل سے پسند نہ کرتی تھی، بددل اور بے اعتقاد پیروں سے کلیسا بھر گئے''۔(۸)

اور اس حقیقت کا اعتراف خود عیسائی کرتے ہیں مشہور محقق ہنٹگٹن لکھتا ہے:

> ''مغرب نے دنیا کو اپنے نظریات یا اقدار یا مذہب (جس کو دوسری تہذیبوں کے چند ارکان نے قبول کرلیا) میں برتری کی وجہ سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ منظّم تشدد کرنے میں

اپنی برتری کی وجہ سے، مغربی اس حقیقت کو اکثر فراموش کر دیتے ہیں'' (۹)

لہذا ہم دیکھ رہے ہیں کہ عیسائیت کا آغاز ہو رہا ہے اور مذہب اور سیاست ساتھ ساتھ ہیں اگر سیاست نہ ہوتی تو قسطنطین اس مذہب کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھتا۔

اس کے بعد اہل مغرب عیسائیت کو لے کر تیسرے مرحلے میں داخل ہوئے اور وہ تھا پاپائیت، پوپ دراصل سینٹ پال (Saint Paul) کا پیرو اور حضرت عیسیٰؑ کا نمائندہ سمجھا جانے لگا کیونکہ عیسائیوں اور پادریوں کے پاس کوئی قوانین تو تھے نہیں لہذا پوپ قوانین گھڑتے جاتے اور انہیں الہامی قوانین کہہ کر نافذ کرواتے جاتے کیونکہ وہ زمین پر عیسیٰؑ کے نمائندے تھے لہذا ان کا کہا سب الہامی تھا، اس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ پوپ اور پادری بادشاہوں کو خوش کرنے کے لیے قوانین گھڑتے اور شریعت تشکیل دیتے اور بادشاہ اپنی مرضی کے فتوے لینے کے لیے پادریوں اور پوپ کو خوش کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے، روحانیت اور اخلاقیات کا تصور کلیۃً ناپید ہو گیا اور مذہب کے نام پر صرف سیاست رہ گئی، کلیسا اور بادشاہت کے مابین اس مفاد پر مبنی تعلق کی گواہی پانچویں صدی عیسوی میں ہونے والا عیسائی فرقوں کا وہ قتل عام دیتا ہے جو کیتھولک پادریوں اور بادشاہت کی ملی بھگت کے نتیجے میں ہوا۔ (۱۰)

اس دور کو عیسائی بہ زبان خود (Dark Ages) سے موسوم کرتے ہیں، آخرے وی صدی عیسوی میں حجاز سے دین اسلام کی پو پھوٹی جس کی روشنی پوری دنیا میں پھیل گئی اور اہل حجاز و عرب پیام مصطفوی کے علم بردار بن کر اٹھے اور پیام الٰہی:

﴿الَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ نَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ﴾ (۱۱)

کا مصداق ہو گئے جنہیں خود (Supreme Power) نے سند عطا کی کہ:

﴿کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ﴾ (۱۲)

اور پھر ان خصوصیات کی بنا پر انھیں حکم دیا کہ:

﴿قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ لَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ لَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗ وَ لَا یَدِیۡنُوۡنَ دِیۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ حَتّٰی یُعۡطُوا الۡجِزۡیَۃَ عَنۡ یَّدٍ وَّ ہُمۡ صٰغِرُوۡنَ﴾ (۱۳)

لہذا یہ امت مسلمہ جو دینی و دنیوی، روحانی و اخلاقی خصوصیات سے مالا مال تھی اور خلافت فی الارض کی تمام شرائط پر پوری اترتی تھی اس کو مالک کائنات نے پوری زمین پر ایسا غلبہ عطا کیا کہ وہ کچھ ہی عرصے میں روم و ایران پر

اسلام کے علم گاڑھ چکے تھے اور عیسائیت کے برعکس اسلام کی روشن تعلیمات اور مسلمانوں کی بہترین سیاست، بہترین نظم (Administration) اور بہترین خارجہ پالیسیوں کے ذریعے عوام الناس کے اس طرح دل جیتے کہ برسوں سے پاپائیت اور شہنشاہیت کے مظالم میں پسی ہوئی عوام کو اسلام واحد نجات دہندہ نظر آیا، ان کی عقل دم بخود اور سابقہ تجربات گنگ ہو جاتے جب وہ دیکھتے کہ فاتح قوم نے مفتوح قوم کو نہ صرف امان دی بلکہ مکمل (Protection) بھی دی یوں وہ اپنے سابقہ آقاؤں کو بھلا کر عساکر اسلام کے ساتھ ہوتے چلے گئے۔

خرم مراد لکھتے ہیں:

> ”محمد ﷺ کے نام لیوا صحرائے عرب سے نمودار ہوئے اور پلک جھپکنے میں انہوں نے شام، فلسطین، مصر، لیبیا، تیونس اور الجیریا۔ جو عیسائیت کے گڑھ تھے کی زمام کار سنبھال لی، نہ صرف انہیں اپنے انتظام میں لیا بلکہ آبادیوں کی آبادیاں بہ رضا و رغبت رسالت محمدیؐ کے تابع بن گئیں، یہی نہیں ہزار سال تک اس کا سورج نصف النہار پر چمکتا رہا اور مسیحی پادریوں کی ہزار بددعاؤں، خواہشوں اور ان کے حکمرانوں کی عملی کوششوں کے باوجود وہ ڈھلنے پر نہ آئی، وہ متحیر، شکست خوردہ اور غیظ و غضب کا شکار تھے، مزید غصے کی بات یہ تھی کہ ان کی کرسٹالوجی اور شریعت کی عدم پابندی کے علاوہ دین اسلام میں کوئی چیز ان کی عیسائیت سے خاص مختلف نہ تھی بلکہ دونوں میں بڑی یکسانیت تھی وہ حیران و ششدر تھے کہ اس غیر معمولی واقع کی توجیہہ کیا کریں اور کیسے کریں؟ اس کا مقابلہ کیسے کریں؟ عیسائیوں کو مسلمان بننے سے کیسے روکیں......؟ (۱۴)

دوسری جانب خود یورپ کا اس وقت یہ حال تھا کہ عیسائی اس وقت دو حصوں میں منقسم ہو چکے تھے ایک حصے کا تعلق یورپ کے مغربی کلیسا سے تھا جسکا مرکز روم تھا دوسرا مشرقی یا یونانی کلیسا جسکا مرکز قسطنطنیہ تھا، دونوں چرچ کے ماننے والے ایک دوسرے کے مخالف تھے، معاشی، معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے یورپ پانچویں صدی سے لے کر اب تک (یعنی ۷ دیں صدی) تک بھی زمانہ تاریک میں سانس لے رہا تھا۔ فرق پڑا تھا تو صرف یہ کہ Roman Empire کی جگہ جاگیرداری نظام جیسے مزید ظالمانہ نظام نے لے لی تھی جس کی بنیادیں کلیسا پر کھڑی تھیں اور پوپ اپنے مفادات کی خاطر اس نظام کی مسلسل آبیاری کر رہے تھے۔ (۱۵) عیسائی عوام ہر طرف سے مایوس اور اسی حیوانی زندگی کو ہی زندگی سمجھ کر مایوسی کی آخری انتہاؤں پر پہنچ رہی تھی جس کا لازماً نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ پوپ اور کلیسا کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے اور اس جھوٹے مذہب کا جوا گلے سے اتار پھینکتے کہ روم کے پوپ نے ایک تیر سے تین شکار کرنے کا

سوچا۔

۱۔ دراصل پوپ اربن ثانی یورپ کے مغربی کلیسا کا سربراہ تھا جو نہایت جاہ پرست انسان تھا اس کا وقار یورپی حکمرانوں میں کم ہو چکا تھا اپنی ساکھ کو بحال کرنے کے لیے اس نے عیسائیوں میں مذہبی جنگی جنون پھیلانا شروع کردیا۔

۲۔ اسکی ایک عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ مشرقی بازنطینی کلیسا کی سربراہی بھی اگر اسے حاصل ہو جائے تو اس طرح وہ پوری عیسائی دنیا کا روحانی پیشوا بن جائے گا۔

۳۔ اور اگر عیسائی دنیا کو مذہبی جنگوں میں جھونک دیا جائے تو معاشرے پر چرچ کی گرفت بھی مضبوط ہو جائیگی جو آہستہ آہستہ چرچ کے کرتوتوں کی وجہ سے کم ہو چکی تھی۔

اس طرح اس نے صلیبی جنگوں کی راہ ہموار کی۔(۱۶)

یہ صلیبی جنگیں تاریخ میں نہایت اہم مقام کی حامل ہیں کیونکہ پوپ اربن کی مذہبی منافرت اور (Political Policy) نے ایک ایسے فتنے کو جنم دیا جس کی نذر لاکھوں جانیں ہوئیں اور یہ سلسلہ تھما نہیں بلکہ اب تک جاری ہے، اس کا نتیجہ اقوام عالم اب تک بھگت رہی ہیں، مسلمان اس وقت بھی نشانہ تھے اور آج بھی نشانہ ہیں، چیچنیا، بوسنیا، کشمیر، فلسطین، افغانستان، عراق و پاکستان جہاں کہیں بھی ان کو عددی برتری حاصل ہے استعماری قوتیں ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑی ہیں، اسلام کو فتح کرنے کے لیے یورپین کا گٹھ جوڑ (NATO+ISAF) انہی صلیبی لڑائیوں کا تسلسل ہے۔

گیارہویں صدی عیسوی میں جن صلیبی جنگوں کی ابتداء اہل یورپ نے عالم اسلام کے خلاف کی ان کی ایک بنیادی وجہ تو اوپر گزر چکی ہے دوسری وجہ یہ تھی کہ ۱۱ویں صدی تک اسلامی دنیا میں کمزوری کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے، مصر میں عبیدی سلطنت روبہ زوال تھی، سسلی میں مسلمانوں کا اقتدار کمزور ہو رہا تھا جس کی وجہ سے بحیرہ روم کے عیسائی زور پکڑ رہے تھے، سپین (اندلس) میں بھی طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔

صلیبی جنگیں مسلمانوں کے اس سیاسی غلبے (جو مسلمانوں کو کئی صدیوں سے حاصل تھا) کے خلاف یورپ کے عیسائیوں کا اجتماعی ردعمل تھا۔

سلاجقہ کا دور مسلمانوں کے عروج کے دور کا آخری شاندار باب ہے، انہوں نے ایشیائے کوچک کے تمام علاقے فتح کر کے قسطنطنیہ کی فتح کے لیے راہیں کھول دی تھیں اور اگر ملک شاہ سلجوق کے بعد کوئی نامور حکمران ہوتا تو

قسطنطنیہ بھی فتح ہو جاتا، قسطنطنیہ عیسائی یورپ پر مسلمانوں کی یلغار کو روکنے کے لیے آخری حصار کا کام دے رہا تھا، لہذا سلجوقیوں کی قوت سے خوفزدہ ہو کر بازنطینی حکمران مائیکل ڈوکس نے ۱۰۹۶ء میں یورپ کو ترکوں کی طرف متوجہ کیا اور ان سے امداد طلب کی لہذا پوپ جو پہلے ہی انتظار میں بیٹھا تھا اس نے فوراً ''جہاد'' کا فتویٰ دے دیا۔

اس پر ایک انگریز تاریخ دان ٹیری جونز لکھتا ہے:

''بازنطینی شہنشاہ کو شاید کرائے کے چند ہزار سپاہیوں کی ضرورت تھی مگر اربن کے ذہن میں کوئی اور ہی منصوبہ پرورش پا رہا تھا...... مشرق اور مغرب کے کلیساؤں کا مشترکہ حکمران کہلانے کا یہ بہترین موقع تھا کیونکہ خود اہل مشرق اس سے مدد کے طالب تھے، بجائے اسکے کہ وہ حکمرانوں کو خط لکھتا اس نے بہتر سمجھا کہ براہ راست لوگوں سے خطاب کرے اور اس نے ایسا ہی کیا اور کہا کہ: تمام عیسائی جنگجوؤں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ہتھیار بند ہو کر آگے بڑھیں اور بازنطینی چرچ کو مسلمانوں سے بچائیں اس کار خیر میں لازم ہے کہ وہ اپنے مشرقی عیسائی بھائیوں کے شانہ بشانہ لڑیں''۔ (۱۷)

اور عیسائیت جس کا اصول ہے کہ اگر کوئی تمہیں ایک تھپڑ مارے تو تم دوسرا گال بھی اسے پیش کر دو اسکا حل بھی پوپ اربن نے نکال لیا اور کہا:

''...... اب تم لوگ مذہب کے لیے لڑو گے اسطرح مرنے مارنے پر کوئی مواخذہ نہیں
بلکہ آگے تو معافی ہے یہی پچھلے بھی سارے گناہ معاف......'' (۱۸)

عجیب بات تو یہ ہے کہ جن مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر انہیں نجات کی خوشخبری دی جا رہی تھی ان کے بارے میں خود عیسائیوں کی معلومات اس قدر مبہم تھی کہ (Casta Fancorum) کا مصنف جنوبی اٹلی کا باشندہ تھا جہاں مسلمان کافی تعداد میں موجود تھے وہ تین سال ترکوں سے برسر پیکار رہا اسکے باوجود اس کی کم علمی اور جہالت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ مسلمانوں کو بہت سے خداؤں کا ماننے والا بتاتا تھا، وہ سلجوق سلطان کاربوغا کو اس طرح قسم کھاتے دکھاتا ہے: مجھے محمد کی قسم اور دوسرے خداؤں کی قسم۔ (۱۹)

دوسری وجہ: یہ تھی کہ یورپ معاشرتی لحاظ سے مسلمانوں کے مقابلہ میں انتہائی پس ماندہ تھا، سماجی اور معاشرتی لحاظ سے مساوات، عدل و انصاف اور اخوت کے جن اصولوں کو مسلمانوں نے اپنے ہاں رواج دیا تھا یورپ کا عیسائی معاشرہ تک بھی اس سے محروم تھا لہذا جاگیردار اور صاحب اقتدار طبقہ نے ان لوگوں کی منافرت کا رخ اپنی بجائے مسلمانوں کی طرف موڑ دیا۔

مشہور فرانسیسی مؤرخ لیبان کا بیان اس دور کے معاشرہ کی صحیح ترین عکاسی کرتا ہے:

جنت ملنے کا وعدہ کے علاوہ ہر شخص کو اس میں حصول مال کا ذریعہ بھی نظر آتا تھا، کاشتکار جو زمیندار کے غلام تھے، وہ افراد خاندان جو قانون کی رو سے وراثت سے محروم تھے وہ امراء جنہیں جائداد کا کم حصہ ملتا تھا اور جن کی خواہش تھی کہ دولت کمائیں وہ راہب جو خانقاہی زندگی کی سختیوں سے تنگ تھے غرض کل مفلوک الحال اور محروم الارث اشخاص جن کی بہت بڑی تعداد تھی اس ''مقدس گروہ'' میں شریک تھے۔(۲۰)

تیسرا سبب: یہ تھا کہ فلسطین اور شام پر قبضہ کرنے کے بعد اٹلی اور وینس کے باشندے اپنی سابقہ تجارتی ترقی کو بحال کرنا چاہتے تھے کیونکہ اسلامی غلبہ کی بدولت اطالوی تاجروں کی تجارتی اجارہ داری ختم ہو چکی تھی، لہذا ان کا خیال تھا کہ اگر صلیبی جنگوں کی بنا پر فلسطین اور شام کا علاقہ مسلمانوں سے مستقل چھین لیا جائے تو یورپ کی معاشی حالت سدھر سکتی ہے۔ صلیبی جنگیں عموما صرف مذہبی تصور کی جاتی ہیں مگر درحقیقت یہ عیسائیت کے نمائندہ پوپ کے عالمی سیاسی نظریے کو پیش کرتی ہیں جو سیاسی اجاری داری (یاد رہے کہ سیاسی اجارہ داری ہمیشہ معاشی اجارداری کے کندھوں پر سوار ہو کر آتی ہے۔) کے لیے بحیرہ روم اور بحیرہ احمر کی تجارت پر قبضہ جمانے کی غرض سے مسلمانوں کے خلاف لڑی گئیں۔

بیت المقدس پر قبضہ جمانا اور سے مکمل عیسائی شہر میں تبدیل کرنا ایک جنگی نعرہ تھا یورپ کے سنار اور تاجر جنگی فتووں کے لیے عیسائیت کے مرکز ویٹی کن کو بھاری رشوت ادا کر کہ جذباتی عیسائیوں کی فوج تیار کرواتے تھے۔(۲۱) تاکہ یورپ سے مشرقی ایشیاء تک ان کے تجارتی بحری راستے مسلمانون سے محفوظ ہو سکیں اور مسلمان عرب تاجروں کے بجائے یورپین تاجر زیادہ سے زیادہ منافع کما سکیں اس کے واضح ثبوت صلیبی جنگوں کے واقعات پیش کرتے ہیں۔

پہلی صلیبی جنگ: (۱۱۴۵-۱۰۹۷ء)

صلیبی جنگوں کی سب سے زیادہ مضحکہ خیز اور دلچسپ بات یہ ہے کہ جب بھی کسی صلیبی جنگ کی ابتدا ہوئی یہودیوں کے قتل عام سے ہوئی برخلاف پوپ اربن کی صلیبی جنگوں کی ''اعلان کردہ'' Idealogy کے جس کا مقصد صرف اور صرف بہت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے چھڑوانا تھا۔

لہذا پہلی صلیبی جنگ کا شکار نہ تو ترک تھے، نہ عرب اور نہ ہی مسلمان بلکہ وہ جرمنی کے یہودی تھے وجہ یہ ہی تھی کہ یہودی مالی طور پر مستحکم Cologne, mainz, worms, spier, trier اور Rhineland اور دوسرے

چھوٹے چھوٹے قصبوں میں بے دریغ یہودی قتل کیے گئے۔ پہلی صلیبی جنگ میں یکے بعد دیگرے عظیم الشان لشکر فتح بیت المقدس کے لیے روانہ ہوتے جن میں سے پہلے کو عیسائیوں میں ہی انتشار پھیلانے اور یہودیوں اور عیسائیوں کے قتل عام کی وجہ سے ہی شاہ ہنگری کی فوج نے قتل کر دیا۔

دوسرا لشکر راہب پیٹر کی ماتحتی میں ۱۳ لاکھ عیسائیوں کے ایک انبوہ کثیر کی صورت میں قسطنطنیہ کے لیے روانہ ہوا ان لوگوں نے بھی راستے میں اپنے ہم مذہب لوگوں کو ہی قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا رومی بادشاہ (Alexeius) نے بھی ان کی اخلاق سوز حرکتوں کی وجہ سے ان کا رخ ایشیائے کوچک کی طرف موڑ دیا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ ہجوم، بھوکے، ننگے اور وحشی لوگوں کا ہے جنہیں روم کی سہولیات اور ترقی روم پر قبضہ کرنے پر ہی آمادہ کر سکتی ہے جیسا کہ کیرن (Karen) لکھتی ہے:

"In Constantinople the crusaders entered a different world and they gazed in astonishment at its places, Churches and gardens, for there was as yet nothing as sophisticated and advaeel in Europe, the city also hoursed the greatest Collections of relics in the world… but they must also have felt jealous and resentful of the Greeks, who did not seem worthy of this spiritual treasure".(۲۲)

اور آگے چل کر ہوا بھی یہی کہ عیسائیوں نے عیسائیوں (قسطنطنیہ کے) کو لوٹ لیا۔ جب یہ لشکر اسلامی علاقہ میں داخل ہوا تو سلجوق حکمران قلیج ارسلان نے اس لشکر کو شکست دی اور بے شمار قتل ہوئے۔

تیسرا گروہ: جس میں انگلستان وفرانس اور فلانڈرز کے رضا کار شامل تھے انہوں نے بھی راستے میں خوب قتل وغارت گری کی ان کا بھی اہل ہنگری نے صفایا کر دیا۔ چوتھا گروہ سب سے زیادہ منظم گروہ تھا اس میں انگلستان، فرانس، جرمنی، اٹلی اور سسلی کے شہزادے شامل تھے۔ اس متحدہ فوج کی کمان ایک فرانسیسی گاڈ فرے کے پاس تھی اس لشکر سے قلیج ارسلان نے شکست کھائی اور عیسائیوں نے قونیہ پر قبضہ کر لیا اس کے بعد انطاکیہ اور حمص بھی فتح ہوئے اور پوری کی پوری مسلم آبادی قتل کر دی گئی قریباً ایک لاکھ مسلمان مارے گئے۔

"Crusades" کا مصنف لکھتا ہے:

”پیٹر کا ایجاد کردہ صلیبی جنگوں کا منصوبہ اب پوری طرح روبہ عمل تھا، صلیبی مجاہد ثواب کمانے کے

جنون میں انسانیت کی تمام حدیں پھلانگ گئے تھے'' (۲۳)

حمص کے بعد بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا اور فاطمیوں کی طرف سے شہر کی حفاظت کا خاطر خواہ انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ۱۵ جون ۱۰۹۹ء کو بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا، بیت المقدس کی حرمت کا کوئی لحاظ نہ رکھا گیا۔ مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا اور مال واسباب لوٹ لیا گیا۔ اس کا اعتراف عیسائی خود کرتے ہیں کہ اس دن یروشلم میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا کہ مسجد اقصیٰ میں گھوڑے گھٹنوں تک خون میں ڈوب گئے تھے۔ (۲۴)

عیسائی مؤرخ سقوط بیت المقدس کی روداد بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

> ''آنے والے سالوں میں مؤرخ جب مسلمانوں کے یروشلم پر قبضہ اور بعد میں عیسائیوں کے یروشلم پر دوبارہ قبضہ کی داستان رقم کرے گا اور ان دونوں کی عسکری مہمات کا موازنہ کرے گا تو اسے ایک واضح فرق نظر آئے گا ایک نے مذہب کے نام پر رواداری کی ایسی مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی اور دوسرے نے مذہب کے نام پر ظلم وستم، درندگی اور بربریت کا وہ بدترین نمونہ پیش کیا جو اپنی مثال آپ تھا...... یروشلم کا قتل عام تاریخ کے صفحات پر کالے حرفوں سے لکھا جائے گا'' (۲۵)

ایک اور قابل ذکر کارنامہ جو صلیبیوں نے انجام دیا تھا وہ یہ تھا کہ یروشلم میں موجود دیگر عیسائی فرقوں Orthodox, American, Coptic Georgian, Jacobite کو بیت المقدس میں عبادت اور مقدس مقامات پر داخلے سے روک دیا گیا اور ان پر وہ ظلم ڈھائے کہ Orthodox عیسائی مغربی کلیسا سے بے تحاشا نفرت کرنے لگے یہ نفرت صدیوں چلتی رہی اور ایسی نفرت کی تجدید کے لیے آئندہ نسلوں نے ۱۸۰۶ء میں جلوس نکالا اور شاہ بالڈ دون V جو ۸ سال کی عمر میں مرگیا تھا کی ہڈیاں قبر سے نکال پھینکیں۔ (۲۶)

ادھر سلجوقیوں کے اشارے دوران عماد الدین زنگی کی زبردست شخصیت ابھری اس نے زنگی حکومت کی بنیاد ڈالی اسکے قلمرو میں دمشق اور شام تھا اسکے علاوہ اس نے حلب،، موصل، حران وغیرہ جیسے شہروں کو بھی فتح کر کے اپنے قلمرو میں شامل کرلیا اس کے بعد اس کا بیٹا نورالدین زنگی تخت نشین ہوا۔ یہ پکا مرد مومن اور مجاہد میدان تھا۔

دوسری صلیبی جنگ: (۱۱۴۴-۱۱۸۷ء)

اس نے مسلمانوں میں جہاد کی نئی روح پھونک دی اور صلیبیوں سے بیشتر علاقے چھین لیے جب یہ خبر پوپ

تک پہنچی تو اس نے دوسری صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا اس بار جرمنی کا بادشاہ کونراڈ سوم اور فرانس کے حکمران لوئی ہفتم کی قیادت میں ۹ لاکھ افراد پر مشتمل فوج یورپ سے روانہ ہوئی، اس فوج کا بڑا حصہ سلجوقیوں کے ہاتھوں تباہ ہوا اور جب وہ انطاکیہ پہنچا تو اس کی تین چوتھائی فوج برباد ہو چکی تھی لیکن نور الدین نے انہیں دوبارہ یورپ میں دھکیل دیا چنانچہ دوسری صلیبی جنگ بھی ناکام ہوئی اس کے ساتھ ہی نور الدین نے مصر کے گورنر شیر کوہ کے بعد اس کے ہونہار بھتیجے صلاح الدین ایوبی کو اس کی جگہ مقرر کیا جس نے فاطمی خلیفہ کی وفات کے بعد پورے مصر پر قبضہ کر لیا اور عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا، سلطان صلاح الدین ایوبی وہ تاریخ ساز، سیاست دان اور مرد مومن ہے جس نے صلیبیوں کے خلاف جہاد کو اپنا نصب العین بنا لیا اور بیت المقدس کو عیسائی قبضے سے آزاد کروایا۔

معرکہ حطین:

صلاح الدین ایوبی نے سب سے پہلے اردگرد کے عیسائی حکمرانوں کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے اور صلیبیوں کے بادشاہ ریجنالڈ کے ساتھ بھی عارضی صلح کا معاہدہ کر لیا اس دوران وہ فیصلہ کن جنگ کی تیاری کرنا چاہتا تھا، ساتھ ہی ساتھ اس نے مصر، دمشق اور شام کے اردگرد کے علاقوں کو بھی اپنے قلمرو میں شامل کر لیا تا کہ بغاوت کا خطرہ ختم ہو جائے۔

لیکن صلیبی حکمران ریجانالڈ نے اس معاہدے کو اتنی ہی حیثیت دی جتنی آج کے یورپی حکمران دیتے ہیں وہ مسلسل مسلمانوں کے قافلے لوٹتا رہا اس کے علاوہ اس نے یہ جسارت کی کہ ۱۱۸۶ء میں وہ دیگر عیسائی امراء کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کی غرض سے حجاز مقدس پر حملہ آور ہوا، صلاح الدین ایوبی نے فوراً اس کا تعاقب کیا اور حطین کے مقام پر اسے جا لیا اور زبردست جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں بے شمار عیسائی ہلاک اور بے شمار قیدی ہوئے، ریجنالڈ گرفتار ہوا اور اس شاتم رسول ؐ کا سر صلاح الدین ایوبی نے اپنے ہاتھ سے قلم کیا۔ حطین کی فتح کے بعد صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کی جانب رخ کیا اور اسے بھی فتح کر لیا، بیت المقدس ۹۱ برس بعد دوبارہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا لیکن عیسائیوں کے برعکس سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں پر کسی قسم کی زیادتی نہ کی بلکہ انہیں ۴۰ دن کے اندر شہر سے نکل جانے کی اجازت دی اور جو لوگ فدیہ نہ دے سکے ان کا فدیہ خود ادا کیا۔

بیت المقدس پر اس کے بعد قریباً ۷۶۱ سال مسلسل مسلمانوں کا قبضہ رہا یہاں تک کہ ۱۹۴۸ء میں امریکہ، برطانیہ، فرانس کی سازش سے فلسطین میں یہودی ریاست قائم کی گئی اور بیت المقدس کا ۷۷٪ حصہ یہود کے قبضہ میں

چلا گیا۔

تیسری صلیبی جنگ:

بیت المقدس کا چھن جانا عیسائی یورپوں کے لیے پیغام اجل سے کم نہ تھالہذا تیسرا صلیبی حملہ اس کا ردعمل تھا اس میں جرمنی کے بادشاہ فریڈرک بار بروسہ، انگلستان کے بادشاہ رچرڈ شیر دل اور فرانس کے بادشاہ فلپ آگسٹس نے شرکت کی ان میں سے جرمن بادشاہ تو واپس بھاگتے ہوئے ایشیائے کوچک کے ایک دریامیں ڈوب کر مر گیا اور فرانس کا بادشاہ فلپ رچرڈ شیر دل کے ساتھ اختلاف کی بناپر دوسال شہر عکہ کا محاصرہ کر کے واپس چلا گیا، البتہ رچرڈ شیر دل صلاح الدین ایوبی کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا جسے تاریخ میں صلح رملہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کی رو سے عکہ سے یافہ تک کے ساحلی شہر عیسائیوں کو دے دیے گئے اور عیسائیوں کو زیارت بیت المقدس کی پوری آزادی مل گئی۔

چوتھی صلیبی جنگ:

کے مقاصد خالصۃً سیاسی ومعاشی تھے اور اس طرح کہ صلیبیوں نے اہل وینس کے کہنے پر (جن کے بحری جنگی جہاز تھے) ایک عیسائی شہر Zara پر ہی حملہ کر دیا اور وہاں قبضہ کرلیا آدھے شہر کا قبضہ اہل وینس کو دیا جس کے عوض اہل وینس نے صلیبیوں کا قرضہ مؤخر کر دیا اس کے بعد صلیبیوں نے قسطنطنیہ کے شہزادے (Alexius) کے کہنے پر قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور اسے تاخت وتاواج کیا جس کے نتیجے میں (Alexius) نے انہیں بہ مطابق وعدہ ۲۰۰،۰۰۰ چاندی کے Marus ادا کیے قسطنطنیہ پر حملے کی صورت میں صلیبیوں کو اپنی دیرینہ خواہش پوری ہوتی بھی نظر آرہی تھی کہ وہ ایسے پر تعیش شہر میں رہ سکیں گے جس کا خواب بھی یورپ والے نہیں دیکھ سکتے، قسطنطنیہ فتح ہوا اور ''مقدس صلیبیوں'' نے وہاں خوب لوٹ مار کی کہ ایک عیسائی مؤرخ ایک چشم دید گواہ صلیبی جیفری ول بارڈون کے حوالے سے لکھتا ہے:

> ''صلیبی متوالے جو کہ خواب میں بھی اتنا مال ودولت دیکھنے سے قاصر تھے ان کی آنکھیں حرص سے پھٹی جارہی تھیں، متواتر غربت، بھوک، ننگ اور فاقے کے بعد جب انہیں یہ سب میسر آیا تو ان کے ہوش وحواس جاتے رہے حتی کہ پادری بھی اس میں کسی سے پیچھے نہ رہے انہوں نے بھی خوب ہاتھ صاف کیے'' (۲۷)

اس کے بعد مزید صلیبی جنگیں ہوئیں اور سب میں عیسائیوں کو شکست ہوئی ان میں سے آخری صلیبی جنگ میں

شام و فلسطین کو مکمل طور پر عیسائیوں سے پاک کر دیا گیا اور عیسائیوں نے جب اس طرح منہ کی کھائی تو ان کا صلیبی جنگی جنون سرد پڑ گیا۔لیکن اس جنگی جنون کے سرد پڑنے کی اصل وجہ یہ نہ تھی کہ وہ ڈر گئے اور شکست کھا کر بیٹھ گئے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ ان ۲۰۰ سالوں میں انہوں نے مسلمانوں سے بہت کچھ حاصل کیا تھا اور بہت کچھ سیکھا تھا، وہ جان گئے تھے کہ معاشی ترقی کے بغیر وہ کبھی بھی سیاسی و فوجی سطح پر مستحکم نہیں ہو سکتے انہوں نے دیکھا تھا کہ مسلمان اس وقت کی معاشی، فوجی اور سیاسی طاقت تھے لہذا صلیبی جنگوں کے طفیل ہی ان کی معیشت اور تہذیب میں ترقی ہوئی اور وہ علم و ہنر سے واقف ہوئے۔

مشہور انگریز مؤرخ ہیرلڈلیم لکھتا ہے:

> ”۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۱ء تک صلیبی محاربات کے دوران میں یورپ اور ایشیاء میں نقل و حرکت کی ایسی کشادہ شاہراہ قائم ہوگئی کہ کئی علوم وفنون مغرب میں منتقل ہوئے، صلیبی مشرق کے نفیس کپڑے یعنی، کتان، ململ اور مشجر پہنتے۔ وہ کاغذ سے متعارف ہوئے، چینی کے برتنوں کا استعمال سیکھا، آئینہ سازی کا فن سیکھا، عیسائی عالموں نے سپین اور سسلی میں عربوں کی سائنس سے استفادہ کیا اور صلیبی اپنی ریاستوں میں عرب سائنس سے متعارف ہوئے طب، ہندسہ، الجبرا، قطب نما، اصطرلاب اور نقشہ سازی بھی یورپیوں نے پہلی بار سیکھی اور فن تعمیر میں ترقی ہوئی۔“

اس کے علاوہ عیسائی معاشرے میں جو اہم تبدیلیاں ہوئیں وہ یہ تھیں کہ نظام جاگیرداری میں تبدیلی ہوئی کیونکہ بہت سے جاگیرداروں نے Crusades کا بارگراں برداشت کیا تھا اپنی جائدادیں بیچی تھیں اس طرح جاگیردار اور نواب کمزور ہوگئے اور ان کی جگہ تجارت پیشہ لوگوں نے لے لی بورژوا طبقے کے لوگ اب اثر و رسوخ کے مالک ہوگئے وہ اپنی عدالتوں میں انصاف طلب کر سکتے تھے۔

کلیسا میں بھی کئی تغیرات رونما ہوئے، ۱۲ویں صدی میں یروشلم کی فتح کے بعد پوپ یورپ کے سیاسی قائد بن گئے اور پاپاؤں نے Crusades کو کلیسائی سلطنت کے لیے استعمال کیا، انہوں نے اپنی مطلب برابری کے لیے صلیبی مہموں کا رخ موڑ دیا اور صلیبیوں کو یروشلم کے لیے لڑنے کے بجائے ”یورپی کافروں“ کی سرکوبی پر لگا دیا ان اقدامات سے کلیسا عوامی تائید سے محروم ہوگیا، صلیبی مہموں کے لیے روپے پیسے کی فراہمی کے تقاضے بڑھتے گئے پاپائی دربار کی شان و شوکت وعشرت پسندی میں اضافہ ہوتا گیا، چنانچہ عوام میں پاپائیت کے خلاف برگشتگی پھیلتی گئی۔(۲۸)

صلیبی جنگیں یورپیوں کی معاشی خوشحالی کا باعث اس طرح بنیں کہ صلیبی جنگوں کی وجہ سے پہلی بار یورپ میں

۱) سونے کے سکے ضرب کیے گئے۔۲) ٹمپلروں (۲۹) نے بین الاقوامی بینک کاری کی طرح ڈالی وہ لوگوں کے لیے سفر کا بندوبست کرتے چنانچہ وینس اور فلورنس میں بھی بینک کاری کے لئے کئی ادارے قائم ہوئے۔۳) صلیب برداروں نے کئی تجارتی راستے کھول دیئے اور مشرق سے تجارتی روابط قائم ہوگئے، تاجر حلب اور بغداد سے ہوتے ہوئے ہندوستان اور چین تک پہنچ گئے۔۴) تجارت کی گرم بازاری سے اہل یورپ کی توجہ مشرق (عالم اسلام) کی جانب مبذول ہونے لگی اور یوں یورپ Darkages سے نشاۃ ثانیہ کی جانب قدم بڑھانے لگا۔

آخر ۱۷ویں صدی عیسوی میں پریس کی ایجاد اور صنعتی انقلاب کے بعد یورپ نے مزید معاشی ترقی کی مگر وہ صلیبی جنگوں کو بھولے نہیں تھے بلکہ اب ایک نئے انداز سے ان جنگوں کی تیاری کر رہے تھے جو سست رفتار مگر دوررس اثرات کا حامل تھا، معاشی ترقی، صنعتی انقلاب اور اس کے نتیجے میں نئی منڈیوں کی تلاش سب نئی صلیبی جنگوں کے آغاز کے لیے درکار سیڑھیاں تھیں۔ اپنے لیے تو انہوں نے لائحہ عمل ترتیب دے ہی لیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی ضرورت تھی کہ مسلمانوں کی کمر توڑنے کے لیے بھی حکمت عملی تیار کی جائے۔ اور ان دوسو سالوں کے ربط وضبط میں وہ یہ سیکھے تھے کہ مسلمانوں کو معاشی طور پر کمزور کرنا ہے اور اسکے لیے اسلام کی بنیادی Idealogy سے انہیں منحرف کرنا ضروری ہے اسی صورت میں ان پر غلبہ ممکن ہے، لہذا اس مقصد کے لیے انہوں نے قلم کا سہارا لیا اور عیسائی مستشرقین کی بے شمار تصانیف منظر عام پر آنے لگیں، صلیبی جنگوں کے صرف ۱۰ سال بعد دانتے Dante نے Divine comedy لکھی اس سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے بغض وعناد نہیں نکالا تھا بلکہ اپنا لائحہ عمل بدل لیا تھا اب انہوں نے تصانیف کے ذریعے مسلمانوں کے بنیادی عقائد اور بنیادی مصادر پر حملہ کیا تا کہ ان کو دین سے برگشتہ کر کے ان کی گرفت اسلام پر کمزور کی جا سکے بقول مولانا عمیر الصدیق کے:

> ''انہوں نے زہر کی تلخیوں کو تحقیق کے شہد میں اس طرح چھپایا کہ کام و دین کو تو تلخی محسوس نہیں ہوئی لیکن زہر رگ وپے میں اتر گیا، یہ صنعتی انقلاب کے بعد کا دور ہے جو دیگر تمام ادوار سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔''(۳۰)

اور جب وہ اس مقصد میں کسی حد تک کامیاب ہوئے تو سب سے پہلے اسلام کے نظام سیاست وحکومت پر کاری وار کیا اور انہیں دلائل سے قائل کیا کہ اسلام تو پرانا اور فرسودہ دین ہے جبکہ کہ دور حاضر میں نئے نئے مسائل اور معاملات ہیں لہذا مذہب (اسلام) کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے، مذہب کی جگہ دل میں اور سیاست دماغ سے ہوتی ہے اور وہ بے شمار مسلمان جن کو وہ پہلے ہی اپنا ہم نوا بنا چکے تھے ان کے ذریعے اسلامی ممالک میں کبھی سوشل ازم

Socialism، کبھی کمیونزم کبھی قومیت پرستی Nationalism اور کبھی جمہوریت Capitalism جیسی بے دین اور بے بنیاد تحریکیں شروع کروا دیں اور نتیجۃً ان کی ان صدیوں کی جدوجہد کے نتیجے میں آج یہ دور ہے کہ مسلمان مذہب اور سیاست الگ کر بیٹھے ہیں اور احساس زیاں تک نہیں......۔

جبکہ مغرب نے خود کبھی بھی عملاً مذہب کو سیاست سے جدا نہیں کیا کیونکہ یہی تو وہ سبق ہے جو انہوں نے مسلمانوں سے سیکھا تھا، ڈاکٹر ایم اے سلومی لکھتے ہیں:

> ''امریکہ کی پالیسی سازی کا عمل مذہب سے کبھی خالی نہیں رہا، خاص طور پر مشرق سے متعلق پالیسی میں اسکا عمل دخل کچھ زیادہ ہی نمایاں رہا ہے، اسکی وجہ سیاسی میدان میں بشارۃ الانجیل کا عقیدہ رکھنے والے بنیاد پرستوں اور مسیحی صہیونیوں کے علمبرداروں کا دباؤ اور خاص طور پر امریکی انتظامیہ کا طبعی میلان ہے جس کے سیاسی نظریات اور فیصلے ان کے نظریات کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں'' (۳۱)

سیاست اور بعض بشارتوں پر مذہبی عقیدے کے درمیان براہ راست تعلق ہے بعض کلیسا اپنے پیروکاروں کو یہ سبق پڑھاتے آرہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کی تکمیل ان پر فرض کر دی گئی ہے ان کے عقائد کے سیاسی مضمرات ذیل کے پہلوؤں پر نہایت نمایاں دکھائی دیتے ہیں: مثلاً

یہ عقیدہ کہ یہودی اللہ تعالیٰ کے چنے کے ہوئے لوگ ہیں ان کے فکر و عمل پر اس طرح اثر کرتا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہودیوں کی مدد کرنا محض ایک سیاسی عمل نہیں بلکہ ایک مذہبی فرض ہے، گریس ہیلسل کہتی ہے:

> ''مسیحی صہیونیوں کا پیغام کیا ہے؟ اسے سادہ لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے: اسرائیل جو بھی کام کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی میں کیے جا رہے ہیں لہذا اسے قابل معافی سمجھا جائے اور اس کی حمایت کی جائے......'' (۳۲)

لہذا یہ ہم پر واضح ہے کہ ان کا جو رویہ اور رجحان اور نیت آج ہے وہ پہلے بھی تھی ان کو پہچاننے میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کی جائے، ہاں وقت کے ساتھ ان کے طور طریقے، انداز اور لب ولہجہ میں فرق ضرور آتا ہے، کبھی دشنام طرازی، کبھی باقاعدہ جنگ وجدال کبھی تحقیق کے نام پر تاریخی تحریفات صرف شکلیں بدلتی ہیں، روح سب میں ایک ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اپنی اصطلاحات، (سیاست ومعیشت) کو ان کے قبضہ سے چھڑا کر قرآن وسنت کی روشنی میں سمجھنا چاہے کیونکہ جو کچھ وہ ہمیں سمجھا رہے وہ حقیقت نہیں جیسا کہ وہ خود ہمیں بتاتے رہتے ہیں کہ یہ حقیقت نہیں۔

پال فنڈے لکھتا ہے:

''اسلام کے بارے میں غلط شبہیں بعض اوقات دشمنی اور کینے سے جنم لیتی ہیں اور بعض اوقات جیسا کہ ولیم شیکسپئر نے کہا ہے یہ فریب کارانہ خواہش کا مظہر ہوتی ہیں'' (۳۳)

اور قرآن وسنت کے ساتھ ہمارے اسلاف کے نقش پا کو ہی ہمارا رہنما ہونا چاہیے کیونکہ اقبال نے کہا تھا:

فرنگ سے بہت آگے ہے منزل مومن
قدم اٹھا، یہ مقام انتہائے راہ نہیں

حواشی وحوالہ جات

۱۔ اکانومسٹ (مجلّہ) بحوالہ خرم مراد، مغرب اور عالم اسلام، ص ۱۹، منشورات، ۲۰۰٦ء

۲۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص ۵۸، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۸ء

۳۔ بائبل، انجیل، متی ۱۰: ٦-۵، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، ۲۰۰۸ء

۴۔ The Encyclopedia of Religion, vol3P:348 Macmillan Publishing company, London،1907.

۵۔ Karen, Armstrong, HolyWar, P:21 Anchor books, Doubleday and company New York ,2001.

٦۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص ۷۰ ۷۔ ایضاً، ص ۷٦

۸۔ ایضاً

۹۔ ہنٹنگٹن، سموئیل پی، تہذیبوں کا تصادم (clash of civilizations) مترجم (ترجمہ محمد احسن بٹ) ص ۳۷، مثال پبلشنگ، ۲۰۰۳ء

۱۰۔ Encyclopedia of Britannica under "Inquisition" Encyclopedia Britannica, vol.6,P:328, Inc vsA, 1998,

۱۱۔ الحج: ۴۱ ۱۲۔ آل عمران: ۱۱۰

۱۳۔ التوبہ: ۲۹

۱۴۔ مغرب اور عالم اسلام، ص ۱۲

۱۵۔ تفصیلات کے لیے دیکھئے، عماد الحسن فاروقی، دنیا کے بڑے مذہب، ص۳۲۰-۳۲۷

۱۶۔ ۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۱ء تک ارض فلسطین بالخصوص بیت المقدس پر عیسائی قبضہ بحال کرنے کے لیے یورپ کے عیسائیوں نے کئی جنگیں لڑیں جنہیں تاریخ میں صلیبی جنگوں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، یہ جنگیں فلسطین اور شام کی حدود میں لڑی گئیں جس میں لاکھوں انسان قتل ہوئے۔

۱۷۔ ٹیری جونز، ایلن اریرا، Crusades (مترجم: امان اللہ قریشی) ص۱۶، تخلیقات، لاہور، ۲۰۰۶ء

۱۸۔ Karan Holy War, p.18

۱۹۔ ایضا، ص۲۲

۲۰۔ www. Wikipedia, org/%D8...

۲۱۔ ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو: holy war, crusades by haraldliam, crusades by terry johns

۲۲۔ holy war,P:153

۲۳۔ صلیبی جنگیں، ص۴۳

۲۴۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، بہ ذیل صلیبی جنگیں، ۱۲/ ۲۱۱، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۲۵۔ ایضاً، ص۵۵-۵۳

۲۶۔ ایضاً، ص۵۶

۲۷۔ ایضاً، ص۱۶۱

۲۸۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہیرلڈیم، کروسیڈز (ترجمہ: محمد یوسف عباسی) ص۴۹۳-۴۸۶، فکشن ہاوس، لاہور، ۲۰۰۴ء

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ http://www.urduarticles. Com. oNde /914

۳۱۔ سلومی، ایم-اے-ا Innocent victims in the global war on terror (ترجمہ: محمد یحیٰی خان)، ص۳۳۰

۳۲۔ Grace Halsell, "Israel extremists and Christian fund, amentalists: The Alliance", Washington report on middle east affairs, December, 1988

۳۳۔ Paul, Findley, silent no more, Amania Publications, P:67, 2003